وبا کے دوران حفاظتی اقدامات: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Precautions during an epidemic: In the light of the Biography of Prophet(PBUH)

Zia ur Rehman
MS Research Scholar, Shariah Department
Allama Iqbal Open University, Islamabad
zia.ur.rehman202@gmail.com

Dr. Lutfullah Saqib
Associate Professor ,Law and Sharia, University of Swat.
lutsaqib@gmail.com

ABSTRACT

An epidemic is the rapid spread of disease to a large number of people in a given population within a short period of time. Keeping a distance from each other during an epidemic is essential to prevent the spread of the epidemic. Islam teaches us to take precautions during epidemics to protect the health and lives of ourselves and others. Especially epidemics for which no cure has yet been discovered, experts are of the opinion that maximum precautionary measures should be taken against them. Social distance should be maintained to protect against infectious diseases that are spread by contact with each other. These are the teachings of Islam and this is also the decision of the Islamic scholars. Therefore, Muslims should take maximum precautionary measures during the epidemic according to Islamic teachings and keep a distance from each other.

Key Words: Epidemic, Prevent, Infectious Disease, Precautionary Measures.

مقدمہ

انسان نے جب سے دنیا میں مل جل کر رہنا شروع کیا ہے تب سے اسے وبائی امراض کا بھی سامنا ہے، یہ وبائیں مختلف ادوار میں مختلف علاقوں میں پھوٹتی رہیں جن میں کہیں تو ہزاروں اور کہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں بھی انسان ہلاک ہوئے۔ کچھ وبائیں تو کسی خاص علاقے تک محدود ہوتی تھیں جبکہ بعض اوقات یہ وبائیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتیں جس کی وجہ سے متاثرین کی تعداد زیادہ ہوتی اور اموات کی تعداد بھی بڑھ جاتی۔ ان وبائی

امراض کا کوئی علاج نہیں ہوتا تھا اس لیے کثیر تعداد میں اموات ہوتی تھیں۔ وہ تو قدیم دور تھا جس میں سائنس اور طبی شعبے نے کوئی ترقی نہیں کی تھی اور انسان کا علم نہایت محدود تھا، اس زمانے میں لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ امراض متعدی ہیں اور ایک انسان سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں، اگر انہیں یہ معلوم ہوتا اور وہ ایک دوسرے سے میل جول سے اجتناب کرتے تو شاید اتنے بڑے پیمانے پر تباہیاں نہ پھیلتیں لیکن چونکہ اس وقت تک سائنسی علوم بالخصوص میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور جراثیم وغیرہ کی دریافت ابھی نہیں ہوئی تھی اس لیے انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہو سکا کہ مریض سے دور رہنے میں ان کی خیر ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مذہبی رہنماؤں نے بھی انہیں ایسا جکڑ رکھا تھا اور ایسا سبق پڑھایا تھا کہ وہ ان وباؤں کو عذاب الٰہی قرار دے کر احتیاطی تدابیر اور علاج معالجے کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، ایسے مذہبی اداروں میں چرچ سرفہرست ہیں۔ جس زمانے میں یورپ میں چرچ کی حکومت تھی اس دور میں عوام کو مذہب کے نام پر خوب گمراہ کیا گیا جس کی وجہ سے عوام کو بہت بڑے بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ وبائی امراض کے دوران احتیاطی تدابیر کو مذہب اور توکل کے خلاف سمجھنے کے نتیجے میں بہت بڑی بڑی تباہیاں ہوئیں۔

اسلام نے بہت پہلے دنیا کو بتا دیا تھا کہ وباؤں کے دوران احتیاطی تدابیر اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ یہ عین مصلحت ہے کہ وبائیں متعدی ہوتی ہیں اور کہیں وبا پھوٹ جائے تو ایک دوسرے کے میل جول سے اجتناب کیا جائے، خوراک میں احتیاط برتی جائے، علاج معالجے کا انتظام کیا جائے اور طبی دنیا میں نئی تحقیقات کی جائیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے:

حدثنا عبد الرحمن بن عبد الوهاب، حدثنا عبد الله بن نمير، عن إبراهيم بن الفضل، عن سعيد المقبری، عن ابی هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" الكلمة الحكمة ضالة المؤمن، حيثما وجدها ، فهو احق بها ـ"[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حکمت و دانائی کی بات مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے، جہاں بھی اس کو پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔"

یعنی مؤمن کا حق ہے کہ وہ علم وحکمت سے بھرپور ہو، علم حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کا ذریعہ اپنانا چاہیے اور حکمت کے موتی جہاں سے بھی ملیں لے لینے چاہئیں۔ علم وحکمت میں ہر طرح کے دینی و دنیاوی علوم شامل ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم وحکمت کے ہر میدان میں مہارت حاصل کریں اور نئے میدانوں میں تحقیق وجستجو میں مگن رہیں۔

نبی کریم ﷺ نے روحانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے بھی نہایت آسان اور نفع بخش ہدایات فراہم کیں۔ مسلمان اطباء نے انہی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے طب کے میدان میں نئی نئی تحقیقات کیں اور ان کے مفید اور ناقابل تردید نتائج دنیا کے سامنے رکھے، یہ تحقیقات اتنی پائیدار تھیں کہ آج بھی ان سے انحراف ممکن نہیں ہے۔

ڈاکٹر خالد غزنوی اپنی تصنیف "طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس" میں تحریر کرتے ہیں کہ

"محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے پہلے طبیب ہیں جنہوں نے دل کے دورہ کی نہ صرف کہ تشخیص کی بلکہ علاج بھی کیا جبکہ ایسا موثر علاج آج بھی ممکن نہیں۔ انہوں نے آلات تناسل کے سرطان سے بچاؤ کے لیے ختنہ جاری کیا۔ دل اور گردوں کی بیماری سے پیدا ہونے والی سارے جسم کی سوجن کا علاج کیا۔ بواسیر کا ادویہ سے علاج کیا۔ پیٹ سے پانی نکالنے کا اپریشن ایجاد کیا۔ دنیائے طب کو اثمد سے لے کر ورس تک چالیس ایسی ادویہ مرحمت فرمائیں جن کے ذیلی اثرات نہیں۔ جس نے ان سے طب کا علم سیکھ لیا اس کو کسی بھی علاج میں کبھی ناکامی نہ ہو گی۔"[2]

زیر نظر مقالہ میں اول تو صحت عامہ کے متعلق اسلام کی ہدایات کا ذکر ہے، اس کے بعد سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں وبا کے دوران احتیاطی تدابیر اور ہدایات بیان کی جائیں گی، اس کے بعد وباء کے دوران احتیاطی اقدامات کے لیے علماء کرام کے کردار پر روشنی ڈالی جائے گی۔ یوں یہ مقالہ درج ذیل دو ابواب پر مشتمل ہے:

1۔ صحت عامہ اور وباؤں کے متعلق احتیاطی تدابیر سیرت نبویؐ کی روشنی میں

2۔ احتیاطی اقدامات میں علماء کرام کا کردار، سیرت البنیؐ کی روشنی میں

باب 1۔ صحت عامہ کے متعلق اسلامی تعلیمات

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے کے متعلق رہنمائی فراہم کی ہے، زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں اسلامی تعلیمات موجود نہ ہوں۔ عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشیات غرض ہر شعبہ اسلام کے دائرہ کار میں داخل ہے۔ ان شعبہ ہائے زندگی میں ایک اہم ترین شعبہ صحت کا ہے۔ اسلام صحت کے متعلق بھی ہدایات اور رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نے روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت پر بھی خاص توجہ دی ہے۔ جسمانی صحت کے لیے قرآن وحدیث میں بہت سے احکامات وارد ہوئے ہیں جن میں انسان کو اپنی صحت کی حفاظت کرنے کی تلقین گئی ہے۔ صحت اللہ رب العزت کا خاص عطیہ اور بہت بڑی نعمت ہے اس لیے دیگر نعمتوں کے ساتھ اس خصوصی نعمت کی حفاظت کا بھی حکم دیا گیا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے طریقہ ہائے کار بھی بتائے گئے ہیں۔ اسلام کے بتائے گئے صحت عامہ کے طریقے انتہائی موثر ہیں۔

قرآن کریم میں ہے کہ "کلو واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لایحب المسرفین"[3]

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مفتی شفیع عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

"کھانا پینا بقدر ضرورت فرض ہے۔ اول یہ کہ کھانا پینا شرعی حیثیت سے بھی انسان پر فرض و لازم ہے، باوجود قدرت کے کوئی شخص کھانا پینا چھوڑ دے، یہاں تک کہ مر جائے، یا اتنا کمزور ہو جائے کہ واجبات بھی ادا نہ کر سکے تو یہ شخص عند اللہ مجرم و گناہگار ہو گا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ بہت کھانے پینے سے بچو، کیونکہ وہ جسم کو خراب کرتا ہے، بیماریاں پیدا کرتا ہے، عمل میں سستی پیدا کرتا ہے، بلکہ کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو کہ وہ جسم کی صحت کے لیے مفید ہے اور اسراف سے دور ہے۔

اور بیہقیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ دن میں دو مرتبہ کھانا تناول فرمایا تو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہارا شغل صرف کھانا ہی رہ جائے۔

تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ امیر المؤمنین ہارون رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب علاج کے لیے رہتا تھا، اس نے علی بن حسین بن واقد سے کہا کہ تمہاری کتاب یعنی قرآن میں علم طب کا کوئی حصہ نہیں حالانکہ دنیا میں دو ہی علم علم ہیں، ایک علم ادیان، دوسرا علم ابدان جس کا نام طب ہے، علی بن حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فن طب و حکمت کو آدھی آیتِ قرآن میں جمع کر دیا ہے، وہ یہ کہ ارشاد فرمایا: کلو ا واشربوا ولاتسرفو ا۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا تمہارے رسولؐ کے کلام میں بھی طب کے متعلق کچھ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند کلمات میں سارے فنِ طب کو جمع کر دیا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور مضر چیزوں سے پرہیز ہر دواء کی اصل ہے، اور ہر بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے۔ نصرانی طبیب نے یہ سن کر کہا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے رسولؐ نے جالینوس کے لیے کوئی طب نہیں چھوڑی۔

بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معدہ بدن کی حوض ہے، سارے بدن کی رگیں اسی حوض سے سیر اب ہوتی ہیں، اور معدہ درست ہے تو ساری رگیں یہاں سے صحت مند غذا لے کر لوٹیں گی، اور وہ خراب ہے تو ساری رگیں بیماری لے کر بدن میں پھیلیں گی۔

محدثین نے ان روایاتِ حدیث کے الفاظ میں کچھ کلام کیا ہے، لیکن کم کھانے اور محتاط رہنے کی تاکیدات جو بے شمار احادیث میں موجود ہیں ان پر سب کا اتفاق ہے۔"[4]

مذکورہ بالا گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی صحت کا کس قدر خیال رکھا ہے اور اس کے متعلق ہدایات ورہنمائی بھی فراہم کی ہے۔ یہ تو ایک مثال تھی اس قسم کی لاتعداد مثالیں قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بیماریوں سے بچنے کے طریقوں کے علاوہ بیماریوں کے متعلق علاج بھی موجود ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں شہد کو اللہ تعالیٰ نے شفا قرار دیا ہے، ایسے ہی پھلوں وغیرہ کی طرف بھی انسان کو رغبت دلائی گئی ہے کیونکہ ان اشیاء کے استعمال سے انسانی صحت درست رہتی ہے۔

صحت کی حفاظت کی ترغیب بھی احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المؤمن القوی خیر و احب الی اللہ من المؤمن الضعیف" یعنی طاقتور مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور پیارا ہے۔[5] اس حدیث میں مسلمانوں کو اپنی صحت کا خیال رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کی ترغیب کے ساتھ اسے اللہ کے ہاں محبوب قرار دیا گیا ہے۔

کورونا وائرس کی حالیہ وبا کے دوران پوری دنیا کے ڈاکٹر اور سائنسدان صفائی کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور ہاتھوں کو دھونے کی ترغیب خصوصیت کے ساتھ دیتے ہیں۔ اگر ہم اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہاتھ دھونے کی ترغیب دی، اور مختلف افعال کی سرانجام دہی کے وقت ہاتھ دھونے کا حکم دیا۔ اس سلسلے میں کثرت سے احادیث مبارکہ موجود ہیں، جن میں سے چند مواقع کے متعلق احادیث درج ذیل ہیں:

1۔ نیند سے بیداری کے وقت ہاتھ دھونا

عن ابی ھریرۃ ، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا استیقظ احدکم من نومہ، فلایغمس یدہ فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثا، فانہ لایدری این باتت یدہ ۔[6] ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک اسے تین دفعہ دھو نہ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں ہے کہ رات کے وقت اس کا ہاتھ کہاں رہا۔"

2۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا

عن سلمان، قال: قرأت فی التوراۃ ان برکۃ الطعام الوضوء بعدہ ، فذکرت ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فاخبرتھا بما قرأت فی التوراۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ۔[7]

ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت کھانے کے بعد وضو کرنے میں ہے، میں نے نبی اکرم ﷺ سے اسے بیان کیا اور جو کچھ تورات میں پڑھا تھا وہ بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور اس کے بعد وضوء کرنے میں ہے۔" (اکثر علماء کے نزدیک یہاں وضوء سے مراد ہاتھوں کا دھونا ہے)۔

درج بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی صحت کا کتنا خیال رکھا، اسلام میں اس طرح کے بیشمار احکامات وہدایات موجود ہیں جن کا احاطہ اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں ہے۔ صحت وصفائی پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے اور مومنین کو بالخصوص اور پوری انسانیت کو بالعموم صاف رہنے اور اپنے جسم کی حفاظت کا درس دیا ہے۔ اسلام نے اس بات کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ انسان ورزش اور دیگر صحت مندانہ سرگرمیوں کو اختیار کریں اور ایسی تمام عادات سے گریز کریں جو صحت کے لیے مضر ہوں۔

وبا کے دوران احتیاطی تدابیر سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

اسلام نے جہاں بیماریوں اور وباؤں سے بچنے کے لیے علاج بتائے ہیں وہیں ان بیماریوں کی روک تھام کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر بھی زور دیا ہے تاکہ بیماریوں اور وباؤں سے خود بھی بچا جاسکے اور دوسروں کو بھی ان سے بچایا جاسکے۔ وبائی امراض جب پھیل جاتے ہیں تو انہیں روکنا بہت مشکل ہوجاتا ہے بالخصوص ایسی وبائیں جو ایک دوسرے کے میل جول سے پھیلتی ہوں پھر ان بیماریوں میں بھی وہ بیماریاں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں جن کا علاج موجود نہ ہو لہٰذا اگر طبی ماہرین کی طرف سے تجویز کردہ احتیاطی تدابیر پر عمل نہ کیا جائے تو یہ وبائیں بہت زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہیں اور یہ بے احتیاطی لاکھوں افراد کی موت کا باعث بن سکتی ہے جو اسلام کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے:

"ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة"[8]۔

ترجمہ: اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو۔

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا فعل نہیں کرنا چاہیے جو انسان کے لیے ہلاکت اور موت کا باعث بنے۔ اگر ہم مہلک وبا کے ایام میں احتیاط نہیں برتیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے روگردانی کے مترادف ہوگا اور اللہ کے حکم سے روگردانی سخت گناہ کا باعث ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کی ایک ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہوگیا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ اگر میں نے غسل کر لیا تو مر جاؤں گا، چنانچہ میں نے تیمم کرکے اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی، تو لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: عمرو! تم نے

جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی؟ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو غسل نہ کرنے کا سبب بتایا اور کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا کہ "ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما"[9]

(یعنی تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور آپ نے کچھ نہیں کہا۔[10]

یہاں حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرض غسل کو اس لیے ترک کیا کہ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی موت نہ واقع ہو جائے اور اسی طرح انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھائی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر سکوت اختیار کیا۔ یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ اگر کہیں ایسی حالت کا سامنا ہو جہاں ہلاکت یا بیماری کے بڑھنے اور پھیلنے اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں رخصت پر عمل کرنا جائز ہے اگر آیت کو دیکھیں تو پھر رخصت پر عمل کرنا فرض ہو گا۔

وبائی امراض کے دوران احتیاط کرنا سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ طاعون کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"اذا سمعتم بالطاعون بارض فلاتدخلوھا ، واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجو منھا "۔[11]

ترجمہ: جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن جب کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے نکلو بھی مت۔

علامہ ابن قیمؒ اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"رہ گئی یہ بات کہ آپ نے ایسے علاقوں سے جہاں یہ وباء پھوٹ گئی ہو اس سے بھی نکل بھاگنے کو منع فرمایا، اس کی غالباً دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر باری تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کو ظاہر کرنا، اللہ پر بھروسہ کرنا، اللہ کے فیصلہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہنا، اور تقدیر نوشتے پر راضی رہنا۔

دوسری وجہ وہ ہے جسے تمام حذاق وماہرین طب نے یکساں بیان کیا اور سراہا وہ یہ کہ ہر وہ شخص جو وباء سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فضلیہ کو نکال ڈالنے کی سعی کرے اور غذا کی مقدار کم کر دے اس لیے کہ ایسے موقع پر جب وباء کا زور ہے، جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی، وہ رطوبات فضلیہ میں تبدیل ہو جائیں گی، اس لیے کم سے کم غذا استعمال کریں کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے اور ہر ایسی تدابیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبات خشک ہو جائیں یا کم ہوتی رہیں ضروری ہے لیکن ریاضت وحمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے، اس لیے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار

میں موجود رہتی ہیں جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا، اگر وہ ریاضت و حمام کرلیتا ہے، تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس جید (کیموس خلط یا کھانے کی وہ حالت جو معدہ کے ہضم کے بعد غذا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لفظ یونانی ہے۔) کے ساتھ مل جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے، اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وباء کے پھوٹنے کے وقت وباء کے مقام سے نکلنا دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے، جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہو گا اور تعدیہ وباء کا بھی اندیشہ ہے اس لیے مفر نہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام وباء سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلائق ہو گا، اس روشنی میں اطباء کے کلام کی تائید بھی ہو گی، اور رسول اللہ ﷺ کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑ گئی اور اس ایک نہی سے قلب و بدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آ گئیں۔

البتہ جن مقامات پر طوعون کی وباء پھوٹ چکی ہو وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

پہلا نفع: پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورتحال سے پرہیز۔

دوسرا نفع: جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

تیسرا نفع: ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہو اور جس کا ماحول فاسد ہو چکا ہو۔

چوتھا نفع: جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک لو ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز کرو تا کہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

پانچواں نفع: بدفالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لیے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں اس لیے کہ طیرہ تو اس کے لیے ہے، جو بدفالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی آور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل تسلیم و رضا، تفویض الٰہی ہے، اس طرح پہلی صورت میں تعلیم و تادیب ہے، دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔"[12]

وباء کے دوران فاصلہ اختیار کرنا

اسی طرح ایک دوسرے سے فاصلہ رکھنا اور ہاتھ نہ ملانا اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ شرید بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثقیف کے وفد میں کوڑھ کا ایک مریض بھی تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا کہ

"انا قد بایعناک فرجع"۔[13]

ترجمہ: ہم نے (بالواسطہ) تمہاری بیعت کرلی ہے، اس لیے تم لوٹ جاؤ۔

یہ وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس معاہدہ اور گزارشات لے کر حاضر ہوا تھا، اس وفد کے دیگر اراکین سے تو رسول اللہؐ نے ملاقات کی اور ان سے ہاتھ ملا کر بیعت فرمائی لیکن مریض سے آپؐ نے ہاتھ نہیں ملایا اور اسے ویسے ہی روانہ فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وبائی امراض میں مبتلا افراد سے دور رہنا اور ان سے ہاتھ نہ ملانا بھی سنت ہے۔ وہاں تو معلوم تھا کہ اس شخص کو یہ مرض لاحق ہے لیکن اگر کوئی ایسی وبا ہو جس میں یہ معلوم نہ ہو سکتا ہو کہ کون سا شخص اس سے متاثر ہے اور کون تندرست ہے؟ تو ایسی صورتحال میں ہر شخص سے احتیاط کرنی چاہیے کہ کیا معلوم کون سا شخص یہ بیماری پھیلانے کا باعث بن رہا ہے؟ اس لیے وبا کے ایام میں ایک دوسرے سے فاصلہ رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے، چاہے وہ گھر ہو، دفتر ہو، مسجد ہو یا بازار۔

باب 2۔ احتیاطی اقدامات میں علماء کرام کا کردار، سیرت النبیؐ کی روشنی میں

اگر ہم اجتماعی عبادات کی بات کریں تو جمعہ اور جماعت کی نماز ان لوگوں کے لیے ترک کرنے کی اجازت بہت سے علماء کرام نے دی ہے جنہیں اس میں مبتلا ہونے کا زیادہ اندیشہ ہو۔ طبی ماہرین کے مطابق بچے اور بوڑھے وباؤں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں لہٰذا انہیں احتیاط کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ یہ وبائیں زیادہ لوگوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے بہت زیادہ پھیلتی ہیں جس کی وجہ سے ملک کے تمام جید علماء کرام نے مساجد کی حاضری کو کم رکھنے کا حکم دے دیا تھا اور بچوں اور بوڑھوں کو مساجد میں نہ جانے کی تلقین کی تھی تاکہ اس وائرس کی ہلاکت خیزیوں سے بچا جا سکے۔ دیگر افراد کو بھی علماء و مفتیان کرام نے مساجد کی حاضری کو محدود کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ وضوء گھروں سے کر کے سنتیں ادا کر کے مسجد میں آئیں اور فرض نماز پڑھ کر فوراً مسجد سے نکل جائیں اور باقی نماز سنتیں، نوافل وغیرہ گھروں میں ہی ادا کریں۔

جب حکومت نے مساجد میں حاضری کو محدود کرنے کا اعلان کیا تو ملک کے علماء وائمہ مساجد کشمکش میں مبتلا ہو گئے کہ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ ان حالات میں مفتی اعظم پاکستان مفتی تقی عثمانی صاحب میدان میں آئے اور انہوں نے اس مشکل وقت میں ایسے بیانات دیے کہ سارا مسئلہ حل ہو گیا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ حکومت نے بیماری کی علامات اور ماہرین کی آراء کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا ہے۔ کسی ضد کی وجہ سے نہیں، حکومت نے ہدایت کر دی ہے تو مزاحمت کرنا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مساجد میں حاضری کم کرنے سے کوئی گناہ نہیں، کسی ضرورت کی وجہ سے اگر لوگ مساجد میں نہیں آتے تو ان پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مولانا طارق جمیل

صاحب نے بھی اس موقع پر عوام کو حکومت کی طرف سے بتائی گئی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور مساجد میں حاضری مختصر کرنے کی تلقین کی۔ مفتی تقی عثمانی صاحب اور مولانا طارق جمیل صاحب چونکہ عوامی و علمی حلقوں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اس لیے ان کے بیانات کی وجہ سے بہت سے لوگ مطمئن ہو گئے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے لگے۔ ان کے علاوہ بھی تمام مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے جید علماء کرام نے حکومت کی طرف سے جاری کی گئی ہدایات پر عمل کرنے پر زور دیا، جس سے ملک میں کورونا وائرس کی تباہ کاریوں کو بڑی حد تک کم کرنے میں مدد ملی۔

علماء کرام نے مدارس بند کر دیے اور ان میں زیر تعلیم لاکھوں طلباء کو چھٹیاں دے دیں، مدارس کے امتحانات منسوخ کر دیے گئے۔ مساجد و مدارس میں منعقد ہونے والے جلسے اور دینی پروگرام بھی منسوخ ہو گئے۔ علماء کرام نے حکومت کی طرف سے جاری ایس او پیز پر عمل کرتے ہوئے مساجد سے صفیں، قالینیں وغیرہ اٹھا دیں اور دوران جماعت صفوں میں فاصلے کا التزام کیا۔ اس پر عوام کو قائل کرنے کے لیے شریعت مطہرہ سے حوالے دیے جس سے عوام مطمئن ہوئے اور وبا کے پھیلاؤ کی روک تھام ممکن ہوئی۔ خطبات میں علماء کرام کی اکثریت حکومت کی طرف سے جاری کی گئی ہدایات پر عمل کرنے پر زور دیتی رہی، اسلامی تاریخ سے اس کی بہت سی مثالیں بھی سامنے آئیں جو علماء کرام کی زبانی ہی سنی گئیں۔ احتیاطی تدبیر کے حوالے سے درج ذیل حدیث نہایت اہمیت کی حامل ہے:

قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيه، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بها فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنه ، فَرَجَعَ عُمَرُ مِنْ سَرْغَ.... ۔[14]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (سنہ 18ھ ماہ ربیع الثانی میں) شام تشریف لے گئے۔ جب مقام سرغ پر پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے۔ پھر عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ کسی سرزمین میں وبا پھیلی ہوئی ہے تو اس میں داخل مت ہو، لیکن اگر کسی جگہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو وبا سے بھاگنے کے لیے تم وہاں سے نکلو بھی مت۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ مقام سرغ سے واپس آ گئے۔ اور ابن شہاب سے روایت ہے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر واپس ہو گئے تھے۔

اس مثال میں صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وباء کے علاقے میں داخل نہ ہونے کو توکل کے خلاف نہیں سمجھا اور حدیث مبارکہ سننے کے بعد وہاں سے واپس چلے گئے۔ ہمارا توکل صحابہ کرامؓ کے توکل سے کسی طرح زیادہ نہیں ہو سکتا بلکہ توکل علی اللہ کیا ہے؟ وہ اسے اچھی طرح جانتے تھے اس کے باوجود انہوں نے احتیاطی تدبیر اختیار کی تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ وبا کے دوران احتیاطی تدابیر اختیار کرنا کسی طرح توکل

کے خلاف نہیں ہے۔ یہ مثالیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے عوام میں وبا سے نمٹنے کے لیے ایس او پیز پر عمل کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ ابتداء میں عوام میں سے اکثر افراد کے ذہن اس بات کو ماننے پر تیار نہ تھے کہ مساجد میں حاضر کو محدود کیا جائے اور عبادات کے دوران ایس او پیز پر عمل کیا جائے لیکن علماء کرام کی بروقت مثبت رہنمائی سے یہ ممکن ہوا کہ عوام نے کرونا وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے میں اداروں کی مدد کی جس سے ہمارا ملک بڑی تباہی سے بچ گیا۔

میتوں کی تجہیز و تکفین

اسلامی تعلیمات کے مطابق وفات پا جانے والے مسلمان کو غسل دینا، کفن پہنانا، اس کی نماز جنازہ ادا کرنا اور اسے اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کرنا دیگر مسلمانوں پر اس کا حق ہے۔ اس پر کثرت سے احادیث مبارکہ موجود ہیں، چنانچہ حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا ولی احدکم اخاہ، فلیحسن کفنہ"[15]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا ذمہ دار ہو، تو اسے اچھا کفن دے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں میت کو غسل دینے کے فضائل بیان ہوئے ہیں، میت کو غسل دینے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ میت پر نماز جنازہ پڑھنے اور اسے احترام کے ساتھ دفن کرنے کی تلقین کرنے کے ساتھ غسل کفن دفن کی فضیلت اور اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے۔

یہ تو عام حالات کی بات ہے مگر بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ میت کو غسل دینا اور کفن پہنانا بلکہ عام طریقے کے مطابق دفنانا بھی ناممکن ہو جاتا ہے، اس کی مثال کوئی پھیلنے والی وبا ہی لے لیجیے جیسے ہمارے زمانہ میں کرونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے تو اس وبا سے وفات پا جانے والوں کے جسم پر وائرس کی بڑی مقدار موجود ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جس سے اس کے قریب جانے اور چھونے والوں کا متاثر ہونا یقینی ہے تو اب غسل کفن دفن اور نماز جنازہ کا کیا کیا جائے؟ اگرچہ نماز جنازہ میں میت کا ہر ایک کے لیے چھونا یا قریب جانا تو ضروری نہیں ہے لیکن لوگوں کا اجتماع تو ہو جاتا ہے جن میں سے کوئی ایک کورونا کا مریض بھی بہت سے لوگوں میں وائرس منتقل کرنے کا باعث بن سکتا ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

اس بارے میں مختصراً تو اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ اس کام کے لیے اپنی یا کسی دوسرے انسان کی جان کو خطرے میں ڈالنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، اگر طبی عملہ موجود ہے اور وہ تمام تر حفاظتی اقدامات کے ساتھ میت کے غسل، کفن اور دفن کا انتظام کر رہا ہے تو بہت اچھی بات ہے اگر طبی عملہ بھی یہ کام اپنی جان کو خطرے میں ڈالے بنا نہیں کر سکتا تو ایک مردہ انسان کو اعزاز و اکرام سے نوازنے سے زیادہ ایک زندہ انسان کی جان بچانا ضروری ہے۔

اسی طرح نماز جنازہ ادا کرنا بھی فرض کفایہ ہے اگر چند ایک افراد اس میں شرکت کرلیں تو یہ ادا ہو جاتی ہے اس کے لیے بھی ہجوم کا اکٹھا کرنا ضروری نہیں ہے۔

وباء کے دوران میتوں کی تجہیز و تکفین اور دینی اداروں کا کردار

شدید عذر کی حالت میں میت کے غسل، کفن اور دفن کے بارے میں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونے والے فتویٰ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"اگر تمام تر کوششوں کے باوجود کسی مرحوم کے غسل یا تیمم کی کوئی صورت نہ بن سکے اور ہسپتال کے عملہ کی طرف سے میت کو مخصوص تھیلے (Body Bag) میں پیک کر دیا گیا ہو اور اسے کھولنے کی قطعاً اجازت نہ ہو اور بہ صورت دیگر مختلف ناقابل برداشت مسائل و پریشانیوں کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لواحقین کا میت سے دست بردار ہو جانا یا یونہی نماز جنازہ کے بغیر میت کی تدفین کر دینا درست نہیں بلکہ ایسی مجبوری میں غسل اور تیمم کا حکم ساقط ہو جائے گا اور اسی حالت میں مرحوم کی نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کر دی جائے گی۔ اور اس صورت میں چونکہ باڈی بیگ وغیرہ پر بھیگا ہاتھ یا بھیگا کپڑا وغیرہ پھیرنے کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے؛ اس لیے باڈی بیگ وغیرہ پر بھیگا ہاتھ یا بھیگا کپڑا وغیرہ پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

صورت مسؤلہ میں غسل اور تیمم ساقط ہونے اور میت کی طہارت کے بغیر نماز جنازہ درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح مطلق نماز کے لیے نمازی کی کلی اور جزوی طہارت ایسی شرط ہے، جو عذر و مجبوری میں ساقط ہو جاتی ہے، اسی طرح نماز جنازہ کے لیے میت کی طہارت بھی ایسی شرط ہے جو عذر و مجبوری میں ساقط ہو جاتی ہے چناچہ

ا: اگر کوئی بیمار شخص غسل اعضاء اور تیمم پر قادر نہ ہو تو وہ بلا طہارت نماز پڑھے گا۔ (الضیاء المعنوی، ص: ۲۸۱، ب، مخطوطہ)۔

ب: اگر کسی جنبی کے سر میں بہت زیادہ درد ہو اور وہ سر دھونہ سکتا ہو تو اس کے ذمہ سے سر کا دھونا ساقط ہو جائے گا؛ البتہ اگر مسح کر سکتا ہو تو مسح ضروری ہو گا اور اگر مسح بھی نہ کر سکتا ہو تو یہ عضو معدوم کے حکم میں ہو گا اور غسل و مسح سب ساقط ہو جائے گا۔

ج: اگر نماز جنازہ کے بغیر میت کی تدفین کر دی گئی تو اس وقت تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی جب تک میت کے نہ پھٹنے کا یقین یا غالب گمان رہے۔ اس صورت میں حرمت نبش کی وجہ سے میت کو غسل یا تیمم دینے کا حکم ساقط ہو جائے گا۔"[16]

عوامی شعور میں علماء کرام کا کردار

یہ تو ایک ادارے کی مثال تھی اسی طرح بہت سے دیگر پاکستانی اور غیر ملکی دینی اداروں نے مسلمانوں میں اس وبا سے نمٹنے کا حوصلہ پیدا کیا اور علماء کرام کی نگرانی میں یہ ادارے قدم قدم پر عوام میں شعور پیدا کرتے رہے، انہیں تاریخ اور گزشتہ نامور علماء وفقہاء کی کتب اور تحاریر سے حوالے دے کر سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ اگر کوئی ایسی حالت پیدا ہو جائے جس میں فرائض کی بجا آوری ممکن نہ ہو یا فرض کی ادائیگی کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصانات کا اندیشہ ہو تو ان فرائض کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ احادیث مبارکہ، آثار وافعال صحابہؓ کے حوالے دے کر اس بات کی وضاحت فرمائی کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنا توکل کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ جہان دار الاسباب میں اسباب اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ وبائی امراض کے دوران صحابہ کرامؓ نے احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور انہیں توکل کے خلاف ہرگز نہیں سمجھا اور صحابہ کرامؓ سے زیادہ توکل علی اللہ پر یقین رکھنے والا کون ہو سکتا ہے؟

بخاری شرف میں نبی کریم ﷺ کی درج ذیل حدیث مبارکہ روایت کی گئی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیمار شخص سے دور رہنا توکل کے خلاف نہیں ہے:

"وقال عفان، حدثنا سليم بن حيان، حدثنا سعيد بن ميناء، قال: سمعت ابا هريرة يقول، قال رسول الله ﷺ: "لا عدوىٰ والاطيرة، ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الاسد"[17]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں، البتہ کوڑھی آدمی سے اس طرح بھاگ جیسے تو شیر سے بھاگتا ہے۔"

اسی طرح مسلم شریف کی روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاة فِي لَيْلَة ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ فَقَالَ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَليه وَسَلَّمَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَة بَارِدَة ذَاتُ مَطَرٍ يَقُولُ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ-[18]

امام مالک نے نافع سے روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سردی اور ہوا والی ایک رات اذان کہی اور اس کے آخر میں کہا: (أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ) سنو! (اپنے) ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔ پھر کہا کہ جب رات سرد اور

بارش والی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو حکم دیتے کہ وہ کہے (أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ) سنو! (اپنے) ٹھکانوں پر نماز پڑھ لو۔

ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے خوف اور مرض کی صورت میں مسجد میں نماز ادا کرنے سے رخصت عنایت فرمائی ہے:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَة ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ مَغْرَاءَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيه وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعه مِنَ اتِّبَاعه عُذْرٌ، قَالُوا: وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ: خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنه الصَّلاة الَّتِي صَلَّى، قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَى عَنْ مَغْرَاءَ أَبُو إِسْحَاقَ۔[19]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اذان کی آواز سنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے اسے کوئی عذر مانع نہ ہو (لوگوں نے عرض کیا: عذر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: خوف یا بیماری) تو اس کی نماز جو اس نے پڑھی قبول نہ ہو گی۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو ضرورت کے تحت عبادات میں تخفیف عنایات فرمائی ہے، اور ان کی تکالیف کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی آسانی کی خاطر رخصتیں عطا کی ہیں۔ اس لیے ان رخصتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور عوام کو بلاوجہ تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہیے، اس لیے کہ اسلام کی عطا کردہ رخصتوں پر عمل نہ کیا جائے تو انسان کے لیے مشکلات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور پھر عبادات ہی نہیں زندگی گزارنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

علماء کرام نے اس طرح عوام کا حوصلہ بڑھایا اور ملک کو بڑے نقصان سے بچا لیا۔ اگرچہ چند علماء کرام رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرنا چاہتے تھے جو ان کی ذاتی رائے تھے اور دینی اداروں اور جید علماء کرام کی طرف سے ہدایات اور دلائل ملنے کے بعد اکثر علماء کرام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنی آراء پر ڈٹ جانے کی بجائے اپنے اقوال سے رجوع کر لیا اور عوام کو وہی تدابیر اختیار کرنے کی ترغیب دی جس کی حکومت، طبی ماہرین اور جید علماء کرام پہلے سے تلقین کر رہے تھے۔

یوں اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے وبا کے دوران ہمارے سرکاری اور طبی اداروں کے ساتھ ساتھ دینی اداروں اور علماء کرام نے اپنا بھرپور اور مثبت کردار ادا کیا اور وطن عزیز پاکستان اس وبا کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہا۔

نتائج بحث

1۔ اسلام نے صحت کی حفاظت پر بہت زور دیا ہے اور اس کے متعلق قرآن و حدیث میں بہت سے احکامات موجود ہیں جن کی رو سے انسان کو ہمیشہ اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے اور ہر اس فعل سے اجتناب کرنا چاہیے جو انسانی صحت کے لیے مضر ہو۔

2۔ وبائی امراض کے دوران رجوع الی اللہ کے ساتھ ساتھ حکومت اور طبی ماہرین کی طرف سے جاری کردہ ہدایات پر عمل کرتے ہوئے احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ اپنی اور دوسروں کی جان کی حفاظت ممکن ہو سکے۔

3۔ بہت سی قرآنی آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور صحابہ کرامؓ بلکہ خود نبی اکرم ﷺ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ایسا موقع جہاں انسانی جان کو خطرہ لاحق ہو وہاں احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے اور بلاوجہ اپنی اور دوسروں کی جان کو خطرے میں ڈالنا گناہ اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

4۔ وباء کے دوران احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا توکل علی اللہ کے خلاف ہر گز نہیں ہے بلکہ یہ اسباب اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اگر فرائض پر عمل کرنا ممکن نہ ہو اور ان کی ادائیگی سے مرض کے پھیل جانے یا اضافے کا خطرہ ہو تو وہاں فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اس کا متبادل ہو تو اسے اختیار کرنا ضروری ہے جیسے وضوء پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے وضوء کا ساقط ہو جانا اور اس کی جگہ تیمم کر لینا ایسے ہی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے مرض کی شدت میں اضافے کا خوف ہو تو گھر میں تنہا نماز ادا کر لینا ضروری ہے۔

5۔ تمام علماء کرام کے فتاویٰ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ وباء کے دوران احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہ دین اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

مصادر و مراجع

---

[1] ابن ماجہ، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (متوفی: 273ھ (، باب الحکمۃ، سنن ابن ماجہ (حدیث:4169)، ص:951، دار الفکر بیروت لبنان، 2003۔

[2] غزنوی، ڈاکٹر خالد، طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ص:20، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، 1989۔

[3] الاعرف: آیت 31

[4] عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، تفسیر معارف القرآن، جلد:3، ص:544 تا 547، مکتبہ معارف القرآن کراچی، 2008۔

5 ابن ماجہ، حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی(متوفی: 273ھ(، باب فی القدر، سنن ابن ماجہ (حدیث: 79)، ص:39۔

6 نیشاپوری، ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیریؒ(متوفی:261ھ)، صحیح مسلم (حدیث: 643)، ص:85، جلد:2، مکتبۃ البشریٰ کراچی، 2011۔

7 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰؒ(متوفی: 479ھ)، جامع الترمذی (حدیث: 1846)، ص:18، جلد:2، الطاف اینڈ سنز کراچی۔

8 البقرہ: آیت 195

9 النساء: آیت 29

10 سجستانی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعثؒ(متوفی: 275ھ)، سنن ابو داؤد (حدیث: 334)، ص:60، جلد: 1، مکتبۃ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

11 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیلؒ صحیح بخاری (حدیث: 5728)، ص:374، جلد:2، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

12 اعظمی، حکیم عزیز الرحمن، مترجم طب نبوی ﷺ لعلامہ ابن القیم الجوزویہؒ(متوفی:751ھ)، ص:62، مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور، 2008۔

13 نیشاپوری، ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم (حدیث: 5822)، جلد:2۔

14 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیلؒ صحیح بخاری (حدیث: 6973)، ص:570، جلد:2۔

15 ابن ماجہ، حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی(متوفی: 273ھ(، سنن ابن ماجہ (حدیث:1474)، ص:500، جلد:1۔

16 احکام میت، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند انڈیا،www.darulifta-deoband.com، سوال نمبر:178742۔

17 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیلؒ صحیح بخاری (حدیث: 5707)، ص:371، جلد:2۔

18 نیشاپوری، ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیریؒ(متوفی:261ھ)، صحیح مسلم (حدیث:1600)، ص:292، جلد:1، مکتبۃ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

19 سجستانی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعثؒ(متوفی: 275ھ)، سنن ابو داؤد (حدیث: 551)، ص:92، جلد:1۔